فہرست مضامین

عدالت صحابہ اور اہل سنت ۲
قرآنی آیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مدح وصفات: ۳
صحیح الاسناد احادیث میں صحابہ کرام کا تذکرہ: ۷
مذکورہ دلائل کا خلاصہ: ۹
تعریف صحابی پر اہل سنت و اہل تشیع کا اتفاق: ۱۰
صحابی کی اصطلاحی تعریف پر تبصرہ: ۱۱
اہل سنت کے ہاں صحابی کی معتبر تعریف: ۱۱
اہل تشیع کے ہاں صحابی کی اظہر تعریف: ۱۱
ان تعریفات پر تبصرہ: ۱۲
اہل سنت کے ہاں عدالت صحابہ سے کیا مراد ہے؟ ۱۲
عادل / عدالت کا معنی: ۱۳
صحابہ کرام سے گناہ کا ارتکاب: ۱۵
خلاصہ بحث: ۱۶

ریاض الدین ruddinqureshi91@gmail.com

عدالت صحابہ اور اہل سنت

رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہمارے ایمان کا منبیٰ ہے اور جب تک رسول اللہ ﷺ کی ذات پر مکمل یقین اور کامل ایمان نہ لایا جائے اس وقت تک ہمارے ایمان کی کوئی حیثیت نہیں اور رسول اللہ ﷺ جس دین کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں اس کی کاملیت وجامعیت کی جب تک ہم تصدیق نہ کریں اس وقت تک ہم مومن ہی نہیں ہو سکتے، یعنی ہمارے ایمان کا دارومدار صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کی تصدیق اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی تصدیقِ کامل پر ہے۔ اس تصدیق کے بعد ہی ہم مسلمان کہلا سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکت ہی ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعارف کا ذریعہ ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی ذات درمیان سے نکل جائے تو ہم اللہ ہی کو نہیں پہچان سکتے۔ ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی لیل ونہار، اٹھنا بیٹھنا، چلنا، سونا، خوشی، غمی، سفر وحضر، عبادت وریاضت، دوستی ودشمنی، گھربار، آل اولاد کے بارے میں امت کی رہنمائی کرنے والے اور امت کو بتانے والے حضرات رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنھم اجمعین ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی تعریف ومنقبت اور صفات عالیہ سے قرآن مجید اوراحادیث مبارکہ پُر ہیں، یہی وہ حضرات تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی اور آپ پر اولین ایمان لانے والے ٹھہرے اور ہر قسم کی تکالیف کا سامنا کیا بلکہ اپنے ہی شہر وگھر میں اجنبی ٹھہرے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چٹان کی طرح کھڑے رہے اور اپنی جان ومال کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی مدد فرمائی اور اللہ کے دربار میں اور رسول اللہ ﷺ کے جاتے وقت تک کامیاب ٹھہرے۔ اس حال میں رسول اللہ ﷺ بھی ان سے راضی اور خوش تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا سرٹیفیکیٹ انہیں عطا فرما دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے درجات میں تفاوت ہے بلکہ یہ درجات اللہ کی آخری کتاب سے بھی معلوم ہو جاتے ہیں کہ وہ حضرات جو ابتداء اسلام میں ایمان کی نعمت عالیہ سے بہرہ مند ہوئے وہ بعد میں ایمان لانے والوں سے افضل ہیں اور ایسے ہی وہ حضرات صحابہ جو بیعت عقبہ میں شریک تھے اللہ ان سے راضی ہوا اور ان کے دلوں کو صاف کیا، اہل بدر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ اعلان فرمادیا کہ اللہ نے ان اصحاب کو جہنم سے بری کر دیا ہے۔ حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض اصحاب کو یہ خصوصی ٹائٹل عنایت فرمایا کہ تم دنیا میں ہی جنت کے مستحق بن چکے ہو۔ محدثین نے ان کی تعداد دس تک بتائی ہے جنہیں عموماً عشرہ مبشرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ذیل میں مختصراً چند قرآنی آیات بیان کی جاتی ہیں۔

ریاض الدین ruddinqureshi91@gmail.com

قرآنی آیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کی مدح وصفات:

۱۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا۔ (الفتح:۱۸)

"اللہ تعالیٰ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کرنے والے مؤمنوں سے راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے باطن کی عدالت وطہارت سے بخوبی واقف ہے، اس نے انہیں اطمینان وسکون نصیب کیا اور عنقریب فتح سے ہمکنار بھی کرے گا۔"

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"وكنا ألفا وأربع مائة"۔ (صحیح البخاری:۴۱۵۴)

"اس وقت ہم چودہ سو افراد تھے۔"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت بیان کی۔ دل کی خبر صرف اللہ ہی دے سکتا اور یہ باطن کی تعدیل ہے، تب ہی اللہ تعالیٰ نے ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَمن رَضِي الله عَنهُ تَعَالَى لَا يُمكن مَوته على الْكفْر لِأَن الْعبْرَة بالوفاة على الْإِسْلَام فَلَا يَقع الرِّضَا مِنْهُ تَعَالَى إِلَّا على من علم مَوته على الْإِسْلَام۔

"اللہ تعالیٰ جس سے اپنی رضا کا اعلان کر دے، وہ کفر پر فوت نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اعتبار خاتمے کا ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ کی رضا اسی کے لیے ہوگی، جو اللہ کے علم میں اسلام پر فوت ہو گا۔" (الصواعق المحرقۃ)

اس کی تائید اس نبوی فرمان سے ہوتی ہے:

لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا۔

"اللہ نے چاہا تو درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔" (صحیح مسلم:۲۳۹۶)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَمن أخبرنَا الله عز وَجل أَنه علم مَا فِي قُلُوبهم رَضِي الله عَنْهُم وَأنزل السكينَة عَلَيْهِم فَلَا يحل لأحد التَّوَقُّف فِي أَمرهم وَلَا الشَّك فيهم الْبَتَّةَ۔

"اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی خبر دی، وہ ان سے راضی ہوا اور ان پر تسکین نازل کی، ان کے ایمان میں ذرا برابر شک یا توقف کی گنجائش نہیں۔" (الفصل فی الملل والاہواء)

 ruddinqureshi91@gmail.com

۲۔ فرمان الٰہی ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا. (الفتح:۲۹)

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کے ساتھی (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کفار پر انتہائی سخت اور آپس میں بے حد مہربان ہیں۔ آپ انہیں رکوع و سجدہ کی حالت میں اپنے مالک و مختار کے فضل اور رضا کے متلاشی پائیں گے۔ ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشان ہیں۔ ان کی مثال تورات و انجیل میں اس کھیتی کی مانند دی گئی ہے جو انگوریاں نکال کر انہیں مضبوط و گھنی کرتی ہے اور تناور ہو جاتی ہے، کسان کو بھلی لگتی ہے۔ اللہ تعالی نے ان کے ذریعے کافروں کو غیظ و غضب دلایا ہے۔ نیز اس نے مومنوں اور نیکوکاروں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیگر انبیاء علیہم السلام کے اصحاب سے افضل ہیں۔ امت محمدیہ کی آسمانی کتابوں میں عظمت بیان ہوئی ہے اور اس امت میں سب سے افضل اور اشرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالی نے کتب سماوی میں بھی صحابہ کرام کا ذکرِ خیر فرمایا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ....

۳۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَـٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠﴾ (الحشر: ۰۸،۰۹،۱۰)

"(نیز وہ مال) اُن غریب مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور جائدادوں سے نکال باہر کیے گئے ہیں یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی حمایت پر کمربستہ رہتے ہیں یہی راستباز لوگ ہیں (اور وہ اُن لوگوں کے لیے بھی ہے) جو اِن مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دارالہجرت میں مقیم تھے یہ اُن لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اِن کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی اُن کو دیدیا جائے اُس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ خود بھی محتاج ہوں حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔ (اور وہ اُن لوگوں کے لیے بھی ہے) جو اِن کے بعد آئے ہیں، جو کہتے ہیں کہ "اے ہمارے رب، ہمیں اور

ہمارے اُن سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ، اے ہمارے رب، توبڑامہربان اور رحیم ہے"۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"أُمِرُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبُّوهُمْ"۔

"انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے استغفار کا کہا گیا تھا، لیکن وہ انہیں برا بھلا کہنے لگے۔" (صحیح مسلم:3022)

امام ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَمَنْ أَسوأ حَالًا مِمَّنْ خَالَفَ اللهَ وَرَسُولَهُ وآب بِالْعِصْيَانِ لَهُمَا وَالْمُخَالَفَةِ عَلَيْهِمَا. أَلَا تَرَى أَنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَرَ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ يَعْفُوَ عَنْ أَصْحَابِهِ وَيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ وَيَخْفِضَ لَهُمُ الْجَنَاحَ قَالَ تعالىٰ: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ (آل عمران:۱۵۹)، وَقَالَ: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (الشعراء:۲۱۵)، فَمَنْ سَبَّهُمْ وَأَبْغَضَهُمْ وَحَمَلَ مَا كَانَ مِنْ تَأْوِيلِهِمْ وَحُرُوبِهِمْ عَلَى غَيْرِ الْجَمِيلِ الْحَسَنِ فَهُوَ الْعَادِلُ عَنْ أَمْرِ اللهِ تَعَالَى وَتَأْدِيبِهِ وَوَصِيَّتِهِ فِيهِمْ. وَلَا يَبْسُطُ لِسَانَهُ فِيهِمْ إِلَّا مِنْ سُوءِ طَوِيَّتِهِ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَحَابَتِهِ وَالْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ۔

"اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مخالف اور نافرمان سے بڑھ کر کون برا ہو سکتا ہے؟ ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو صحابہ سے درگزر، ان کے لئے استغفار اور نرم گوشہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّ اللهِ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ" آپ ترش رُو اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے حلقہ بگوش نہ رہتے۔ اپنے صحابہ سے درگزر کریں، ان کے لیے مغفرت و معافی مانگیں، اہم معاملات میں ان سے مشورہ کریں۔ عزمِ مصصم کے بعد اللہ پر توکل کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" (آل عمران:۱۵۹)مزید فرمایا: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔(الشعراء:۲۱۵)"آپ اپنے مومن متبعین کے لیے نرم گوشہ اختیار کریں۔"جس نے صحابہ کرام کو برا کہا، ان سے بغض رکھا اور ان کی تاویلات اور جنگوں کو بطورِ مذمت پیش کیا، تو وہ ان کے بارے میں اللہ کے حکم اور اس کے بیان کردہ ادب و وصیت سے عدول کر رہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، صحابہ کرام، اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں زبان درازی کرتا ہے۔"

(تثبیت الإمامة وترتیب الخلافة)

۴۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. (التوبة:100)

"وہ مہاجرین و انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے"۔

۵۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔ (الحدید:١٠)

"تم میں سے جو لوگ فتح کے بعد خرچ اور جہاد کریں گے وہ کبھی اُن لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ہے اُن کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے اگرچہ اللہ نے دونوں ہی سے اچھے وعدے فرمائے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔"

اس آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ فتح سے قبل جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں قتال کیا اور اپنا مال خرچ کیا وہ درجہ کے لحاظ سے بلندی پر ہیں لیکن جو بعد میں ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں قتال کیا اللہ نے ان کے ساتھ بھی بہتری کا وعدہ کیا ہے۔ ثابت ہوا کہ تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم قطعی ثابت الایمان اور جنتی ہیں۔

٦۔ اللہ کریم فرماتے ہیں:

لَّقَد تَّابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِن بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔ (التوبۃ:١١٧)

"اللہ نے معاف کر دیا نبی ﷺ کو اور ان مہاجرین و انصار کو جنہوں نے بڑی تنگی کے وقت میں نبی ﷺ کا ساتھ دیا اگرچہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چکے تھے (مگر جب انہوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبی ﷺ ہی کا ساتھ دیا تو) اللہ نے انہیں معاف کر دیا، بے شک اُس کا معاملہ اِن لوگوں کے ساتھ شفقت و مہربانی کا ہے۔"

یہ آیت مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ غزوہ تبوک میں شریک تمام اصحاب رسول اللہ ﷺ کی اللہ نے بخشش فرمادی، البتہ اس دوران کچھ حضرات کے دلوں میں کجی در آئی تھی لیکن جب انہوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبی کریم ﷺ کا ساتھ دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان اصحاب پر مہربان و شفیق ہے۔

صحیح الاسناد احادیث میں صحابہ کرام کا تذکرہ:

۱۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: كَانَ بَيْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ وَبَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ شَيْءٌ فَسَبَّهُ خَالِدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "لاَ تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِي فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلاَ نَصِيفَهُ"۔ (صحیح مسلم:۲۵۴۱)

"سیدنا خالد بن ولید اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے مابین تنازع ہوا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کو نامناسب جملہ کہہ دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے کسی بھی صحابی پر طعن و تشنیع مت کریں، آپ کا احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا ان کے مٹھی بھر جو خرچ کرنے کے اجر کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وكذلك قال الإمام أحمد وغيره: كل من صحب النبي صلى الله عليه وسلم سنة أو شهرا أو يوما أو رآه مؤمنا به فهو من أصحابه له من الصحبة بقدر ذلك. فإن قيل: فلم نهى خالد عن أن يسب أصحابه إذا كان من أصحابه أيضا؟ وقال: "لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه". قلنا: لأن عبد الرحمن بن عوف ونظراءه هم من السابقين الأولين الذين صحبوه في وقت كان خالد وأمثاله يعادونه فيه وأنفقوا أموالهم قبل الفتح وقاتلوا وهو أعظم درجة من الذين أنفقوا من بعد الفتح وقاتلوا وكلا وعد الله الحسنى فقد انفردوا من الصحبة بما لم يشركهم فيه خالد ونظراؤه ممن أسلم بعد الفتح الذي هو صلح الحديبية وقاتل أن يسب أولئك الذين صحبوه قبله ومن لم يصحبه قط نسبته إلى من صحبه كنسبة خالد إلى السابقين وأبعد..

"امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ محدثین رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ جس نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سال، ایک ماہ یا ایک دن صحبت کا شرف حاصل کیا یا صرف ایمان کی حالت میں دیدار نصیب ہوا، وہ صحابی شمار ہو گا، لیکن مقدار صحبت میں فرق ہو گا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے بارے میں طعن سے منع کیا، جبکہ وہ خود بھی صحابی ہیں؟ ہمارا جواب یہ ہو گا کہ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ یہ تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے، جب سیدنا خالد بن ولید وغیرہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاندین میں سے تھے۔ ان سابقین اولین نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور قتال کیا، ان کا درجہ بعد میں خرچ کرنے اور قتال کرنے والوں سے زیادہ ہے۔ مگر ہر ایک سے جنت کا وعدہ ہے۔ چونکہ سیدنا عبد الرحمن بن عوف وغیرہ رضی اللہ عنہم کو شرف صحابیت کے ساتھ ساتھ ایک منفرد خوبی بھی حاصل ہے، جس میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور فتح مکہ یعنی صلح حدیبیہ کے بعد قبول اسلام اور قتال کرنے والے شریک نہیں ہیں، لہٰذا ان سے قبل شرف صحبت حاصل کرنے والوں پر طعن سے منع فرما دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ

ruddinqureshi91@gmail.com

وسلم کی صحبت نہ پانے والوں کی نسبت صحبت پانے والوں کے ساتھ ویسے ہی ہے جیسے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سابقین واولین صحابہ کی ساتھ ہے۔ اسی طرح بعد والوں کی پہلوں کے ساتھ۔" (الصارم المسلول علی شاتم الرسول)

۲۔ سیدنا علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ. (صحيح البخاري:۳۹۸۳، صحيح مسلم:۲۴۹۴)

"کیا آپ جانتے نہیں! اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جھانک کر فرمایا: جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔" بخاری کی روایت میں "وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ" کے الفاظ آئے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقِيلَ إِنَّ صِيغَةَ الْأَمْرِ فِي قَوْلِهِ اعْمَلُوا لِلتَّشْرِيفِ وَالتَّكْرِيمِ وَالْمُرَادُ عَدَمُ الْمُؤَاخَذَةِ بِمَا يَصْدُرُ مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ.

"ایک قول کے مطابق مذکورہ حدیث میں امر کا صیغہ (إعملوا) تکریم اور شرافت کے لیے ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل بدر کی آج کے بعد ہر خطا معاف ہے۔ (فتح الباری)

حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَاهُ الْغُفْرَانُ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَإِلَّا فَإِنْ تَوَجَّهَ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ حَدٌّ أَوْ غَيْرُهُ أُقِيمَ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَنَقَلَ الْقَاضِي عِيَاضٌ الْإِجْمَاعَ عَلَى إِقَامَةِ الْحَدِّ وَأَقَامَهُ عُمَرُ عَلَى بَعْضِهِمْ قَالَ: وَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِسْطَحًا الْحَدَّ وَكَانَ بَدْرِيًّا. (شرح صحیح مسلم)

"اہل علم کہتے ہیں کہ اس سے آخرت میں معافی مراد ہے، ورنہ بدری صحابی پر حد واجب ہوتی، تو دنیا میں حد قائم ہو جاتی۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (سیدنا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ) پر حد قائم کر کے فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سیدنا مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ پر باوجود بدری ہونے کے حد قائم کی تھی۔"

ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَاللهُ أعلم أَن هَذَا خطاب لقوم قد علم الله سُبْحَانَهُ أَنّهم لَا يفارقون دينهم بل يموتون على الْإِسْلَام وَأَنَّهُمْ قد يقارفون بعض مَا يقارفه غَيرهم من الذُّنُوب وَلَكِن لَا يتركهم سُبْحَانَهُ مصرّين عَلَيْهَا بل يوفّقهم لتوبة نصوح واستغفار وحسنات تمحو أثر ذَلِك وَيكون تخصيصهم بِهَذَا دون غَيرهم لِأَنَّهُ قد تحقق ذَلِك فيهم وَأَنَّهُمْ مغْفُور لَهُم وَلَا يمْنَع ذَلِك كَون الْمَغْفِرَة حصلت بِأَسْبَاب تقوم بهم كَمَا لَا يَقْتَضِي ذَلِك أَن يعطّلوا الْفَرَائِض وثوقا بالمغفرة فَلَو كَانَت قد حصلت بِدُونِ الِاسْتِمْرَار على الْقيام بالأوامر لما احتاجوا بعد ذَلِك إِلَى صَلَاة وَلَا صِيَام وَلَا حج وَلَا زَكَاة وَلَا جِهَاد وَهَذَا محَال''۔ (کتاب الفوائد)

"واللہ اعلم! یہ خطاب ان سے ہے، جو اللہ کے علم میں مرتد ہو کر فوت نہیں ہوں گے، دوسروں کی طرح ان سے بھی گناہوں کا سرزد ہونا ممکن ہے، لیکن اللہ تعالیٰ انہیں گناہ پر مصر نہیں رہنے دیتا، بلکہ سچی توبہ واستغفار یا گناہوں کو مٹا دینے والی نیکیوں کی توفیق خاص سے نوازتا ہے۔ اس طرح اہل بدر دوسروں سے ممتاز ہیں، کیوں کہ ان خصائل جمیلہ کی بنا پر وہ مغفور ہیں۔ یقینا ان کی مغفرت کا موجب ان میں موجود چند اوصاف ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فرائض کے تارک بن جائیں۔ یہ مغفرت اوامر و نواہی کے قیام کے بغیر ہی حاصل ہو جاتی ہوتی، تو انہیں اس کے بعد کسی نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد وغیرہ کی چنداں ضرورت نہ تھی۔"

۳۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خير أمتي قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، قال عمران: فلا أدري أذكر بعد قرنه قرنين أو ثلاثا؟ (صحیح البخاری:۳۶۵۰)

"میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں، پھر ان کے بعد والے، پھر ان کے بعد والے۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یہ یاد نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا، یا تین کا۔"

۴۔ سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي، فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ"۔ (صحیح مسلم:۲۵۳۱)

"ستارے آسمان کی امان ہیں، جب یہ جھڑ جائیں گے، تو آسمان تباہ ہو جائے گا۔ میں آپ کی امان ہوں، میرے جانے کے بعد آپ فتنوں سے دوچار ہو جائیں گے اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امان ہیں، یہ فوت ہو گئے، تو میری امت کو فتنے آن لیں گے۔"

۵۔ سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا تَزَالُونَ بِخَيْرٍ مَا دَامَ فِيكُمْ مَنْ رَآنِي وَصَاحَبَنِي، وَاللهِ لَا تَزَالُونَ بِخَيْرٍ مَا دَامَ فِيكُمْ مَنْ رَأَى مَنْ رَآنِي وَصَاحَبَ مَنْ صَاحَبَنِي"۔ (مصنف ابن أبي شيبة، السنة لابن ابي وعاصم، وسنده حسنٌ)

"آپ خیر پر رہیں گے، جب تک میرا کوئی بھی صحابی حیات رہے گا۔ اللہ کی قسم! جب تک آپ میں تابعی زندہ رہے گا، آپ خیر پر ہی رہیں گے۔"

مذکورہ دلائل کا خلاصہ:

ذکر کردہ قرآنی وحدیثی دلائل سے مندرجہ ذیل فوائد اخذ ہوتے ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ظاہری و باطنی تزکیہ فرمایا ہے۔ مثلاً ظاہری عدالت میں اعلیٰ اخلاق حمیدہ سے متصف کرنا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ (الفتح:۲۹) اور فرمایا: وَيَنْصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ أُولٰٓئِكَ

هُمُ الصَّادِقُونَ (الحشر:۰۸) نیز اللہ کا فرمان ہے: وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ (الحشر:۰۹)

صحابہ کی باطنی عدالت کا معاملہ صرف اللہ علیم بذات الصدور ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کھرے پن اور نیک نیتی سے ہمیں باخبر کیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالی کے فرامین عالی شان ہیں:

۱۔ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ۔ (الفتح:۱۸)

۲۔ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ۔ (الحشر:۰۹)

۳۔ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا۔ (الفتح:۲۹)

۴۔ لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ۔ (التوبۃ:۱۱۷)

آخری آیت میں اللہ تعالی نے صحابہ کرام کی نیک نیتی اور سچی توبہ کی بناپر گناہ بخشی فرمادی، کیونکہ توبہ دلی معاملہ ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہری و باطنی خوبیوں کی توفیق خاص سے نوازا ہے، اس لیے تو ان پر اپنی رضا، ان کی توبہ قبول کرنے اور ان کو جنت کی ضمانت دینے سے آگاہ کیا ہے۔

۳۔ مذکورہ دلائل میں اللہ تعالیٰ کا صحابہ کرام کے لیے استغفار کا حکم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی تکریم، حقوق کی حفاظت اور ان سے محبت کا حکم دینا اور ان سے بغض و عناد سے منع کرنا، بلکہ ان سے محبت کو علامت ایمان اور بغض کو علامت نفاق قرار دینا، عدالت صحابہ کا پتہ دیتا ہے۔

۴۔ ان فضائل کے بعد صحابہ کرام کا خیر القرون ہونا اور اس امت کے لیے امن و امان ہونا، ایک طبعی حقیقت ہے۔ یوں امت کے لیے ان کی اقتدا واجب ہے، بل کہ جنت کا یہی واحد راستہ ہے۔

تعریف صحابی پر اہل سنت و اہل تشیع کا اتفاق:

لفظ صحابی کا لغوی معنیٰ و مفہوم بالکل بے غبار ہے، صحابی یہ صحب / صاحب سے نکلا ہوا ہے اور اس کا اطلاق لغوی معنی و مفہوم میں دوست، ہم نشین، ہم فکر، ہم مجلس، ہم سفر، سب کے لیے مستعمل ہے۔ چاہے وہ صاحب کوئی بھی ہو خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، مومن ہو یا منافق، دوست ہو یا دشمن

میں بھی بچپن میں خلاؤں کا سفر کرتا تھا
کھیلا کرتے تھے مرے ساتھ ستارے صاحب (ندیم سرسوی)

چونکہ صحابی کی اصطلاحی تعریف بعد میں متعارف ہوئی ہے ورنہ لغوی طور پر صحابی ہر اس انسان کو کہا جاسکتا ہے / کہا جاتا تھا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا یا رسول اللہ ﷺ کے دور میں رہا چاہے وہ آپ ﷺ پر اپنی جان و مال فدا کرنے والا ہوتا یا

عبداللہ بن ابی کی طرح منافق، جو بظاہر مسلمان شمار کیا جاتا اور ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جاتا رہا، یا مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں بسنے والے دیہاتی لوگ، بھلے وہ منافق ہی کیوں نہ ہوں وہ سب لغوی طورپر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب شمار ہوتے تھے۔

صحابی کی اصطلاحی تعریف پر تبصرہ:

اہل سنت کے ہاں صحابی کی تعریف پر مختلف آراء پائی جاتی ہیں، سعید بن المسیبؒ جلیل القدر تابعی ہیں ان کے نزدیک صحابی وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک یا دو سال صحبت میں رہا ہو، یا رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک یا دو غزوات میں شریک رہا ہو۔ یہ قیودات لگانے کی وجہ یہ ہے کہ صحبتِ رسول اللہ ﷺ عظیم المرتبہ شرف ہے اور یہ شرف اس وقت کماحقہ حاصل ہو سکتا ہے جب کوئی شخص کسی کی صحبت میں ایک عرصہ رہا ہو یا اس کے ساتھ اسفار میں شریک رہا ہو تا کہ اُس کے اخلاق کو سیکھ سکے اور اس کے مزاج سے بخوبی واقفیت حاصل ہو جائے۔ لیکن یہ تعریف ضعیف ہے، اسکا درست ہونا سعید بن المسیبؒ سے ثابت نہیں اور اس میں دوسری خامی یہ ہے کہ اس تعریف کی رو سے کئی حضرات جن کی صحابیت مسلم اور یقینی ہے، وہ نکل جاتے ہیں جیسے جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ، وائل بن حجر رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

واقدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے کثیر اہل علم کو دیکھا کہ وہ صحابی اسے شمار کرتے ہیں جو ضبط و تحمل کی عمر کو پہنچنے کے بعد اسلام میں داخل ہوا، دین کے اوامر کو سمجھا اور اس پر راضی ہوا اگرچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں ایک گھڑی ہی کیوں نہ رہا ہو۔ لیکن یہ تعریف بھی جامع نہیں ہے، اس میں خامی یہ ہے کہ اس تعریف کی رو سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرات حسنین علیہما السلام و دیگر صغار صحابہ نکل جاتے ہیں، حالانکہ یہ تو بااتفاق امت صحابہ میں آتے ہیں اگرچہ ان کی عمریں اوروں سے کم ہیں۔

کچھ حضرات نے بلوغت کی شرط لگائی ہے لیکن یہ بھی شاذ ہے۔

اہل سنت کے ہاں صحابی کی معتبر تعریف:

اہل سنت کے ہاں معتبر و صحیح اصطلاحی تعریف وہی ہے جو ابن حجر عسقلانیؒ نے کی ہے کہ: "جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ سے حالت ایمان میں ملا اور ایمان کی حالت میں ہی اس کا انتقال ہوا ہو، وہ صحابی رسول ﷺ ہے۔" (الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ)

اہل تشیع کے ہاں صحابی کی اظہر تعریف:

اہل تشیع کے ہاں معتبر و اظہر تعریف شہید ثانیؒ نے کی ہے: "صحابی وہ شخص ہے جس نے پیامبر اسلام ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو اور حالت اسلام پر موت آئی ہو اگرچہ ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات اور اسلام پر موت کے دوران (کچھ عرصے کے لئے) مرتد ہی کیوں نہ ہوا ہو، یہ اظہر قول ہے۔" (الرعایۃ فی علم الدرایہ)

ریاض الدین ruddinqureshi91@gmail.com

ان تعریفات پر تبصرہ:

ان تعریفات کی رو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابی وہ انسان ہے جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لایا، ایمان کی حالت میں اس کی موت واقع ہو گئی، اگرچہ اس دوران کچھ مدت کے لیے اس پر ارتداد بھی آئی ہو (اہل تشیع نکتہ نظر کے مطابق) لیکن پھر بھی وہ صحابی ہے اور صحابی کے لیے جو قدر و منزلت کتاب و سنت میں بیان ہوئی ہے، وہ اس کا مستحق ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو انسان کافر ہو، یا منافق ہو وہ سرے سے صحابی کی اصطلاحی تعریف میں داخل ہی نہیں اسے صحابی نہیں کہا جاتا، البتہ لغوی معنیٰ کے لحاظ سے اسے صحابی کہا جا سکتا ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید کی جن آیات میں کہا گیا ہے کہ ان کے دلوں میں مرض ہے یا وہ نفاق و منافقت کے شکار لوگ ہیں چاہے رسول اللہ ﷺ کی ذات انہیں پہچان پاتے ہوں یا ان کا علم صرف اللہ کے پاس ہو وہ سرے سے مومن ہی نہیں تو صحابی کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ ہم نے اوپر یہ بات لکھ دی کہ صحابی تو وہی ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے، جو قرآنی منافق ہے وہ تو سرے سے صحابی ہی نہیں۔

کیونکہ جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے وہی حقیقی صحابی رسول ہیں اور ان ہی کے بارے میں قرآن مجید کی دسیوں آیات میں مدح و منقبت بیان ہوئی ہے۔ رہ گئے وہ لوگ جو منافق ہیں یا کفر پر ہیں یا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے اور ان کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا تو وہ صحبت نبوی ﷺ یا لغوی صحابیت کے باوجود نار جہنم کے مستحق ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿١٠﴾۔ (البقرہ:۰۸، ۰۹، ۱۰)

”بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں، حالانکہ در حقیقت وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، مگر دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھا دیا، اور جو جھوٹ وہ بولتے ہیں اس کی پاداش میں ان کے لیے دردناک سزا ہے۔“

اہل سنت کے ہاں عدالت صحابہ سے کیا مراد ہے؟

یہ بات عقلی بنیاد پر بھی بالکل واضح ہے کہ کسی پر اعتماد ہی وہ کل ذریعہ ہے جس کی بنا پر معاملات آگے چلتے ہیں، حتیٰ کہ اس اعتماد و یقین کی بنا پر کوئی انسان مومن ہو سکتا ہے یا عدم یقین یا شک کی بنا پر کفر یا تشکیک میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ جب تک رسول

اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر کامل یقین نہ ہو اس وقت تک ہم ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتے، رسول اللہ ﷺ کی شخصیت ہی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لیے واحد ذریعہ ہے اور ایسے ہی رسول اللہ ﷺ اور ہمارے درمیان دین کے لحاظ سے اہم ترین وسیلہ یا ذریعہ راوی ہیں، چاہے وہ راوی صحابی ہو یا تابعی ہو یا تبع تابعی۔

یہ رواۃ ہمارے دین کی اساس ہیں جب تک راوی با اعتماد ہو گا اس وقت تک دین پر اعتماد کرنا آسان ہو گا، اگر راوی جھوٹا ہے، منافق ہے، کافر ہے تو اس کے ذریعے سے آئی ہوئی چیز بھی اسی نوعیت کی ہو گی اور نا قابل اعتبار شمار ہو گی۔ اب ان رواۃ کی اولین خشت (اینٹ) اصحاب رسول اللہ ﷺ ہیں ان کے بعد عصر اً بعد عصر اکثیر تعداد میں محدثین، مفسرین، فقہاء کرام۔

راوی کے لیے جو شرائط ہیں سر دست ان کی تفصیل کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ اس مقصد کے لیے ذیل میں کچھ کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں وہاں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، البتہ مختصر اًبات یہ ہے کہ راوی کے لیے عادل ہونا اشد ضروری ہے۔

عادل / عدالت کا معنی:

عدل اور عدالت کے الفاظ عربی زبان میں انصاف، بے لوثی اور راست بازی کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں، اور بعض اوقات "عدل" کا لفظ اسم فاعل کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے جس کا اطلاق ایسے شخص پر ہوتا ہے جو عادل، راست باز اور قابل اعتماد ہو۔ قرآن مجید، سورہ مائدہ آیت نمبر:۱۰۶ میں ذواعدل سے مراد صاحب عدل، ثالث یا گواہ ہیں اور ان آیات کا اصل تعلق روایت کے بجائے شہادت یا حکم سے ہے۔ روایت اور شہادت میں بعض لحاظ سے فرق ہے، مثلاً نابالغ یا ایک عورت کی شہادت اکثر حالات میں قابل قبول نہیں، حالانکہ اس کے برعکس صاحب تمیز لڑکے اور تنہا عورت کی روایت حدیث معتبر ہے۔

تاہم محدثین کے ہاں یہ امر مسلم ہے کہ راوی حدیث کو صفت عدالت سے متصف ہونا چاہیے۔ اس کے بعد یہ معلوم کرنا ضروری ہو گا کہ محدثین نے عدالت کا کیا مفہوم متعین فرمایا ہے؟ عدالت کی کوئی قطعی اور اصطلاحی تعریف چونکہ کتاب وسنت میں مذکور نہیں ہے، اس لیے سب سے پہلے حافظ ابو بکر احمد الخطیب بغدادی کی کتاب "الكفاية فی علم الرواية، باب الكلا م فی العدالة و احکامها" سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔

سعید بن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

> "ليس من شريف ولا عالم ولا ذی سلطان الا وفيه عيب لابد، ولكن من الناس من لا تذكر عيوبه ومن كان فضله اكثر من نقصه ذهب من فضله" کوئی بزرگ، عالم اور حاکم ایسا نہیں ہے جس میں لازماً کوئی نہ عیب نہ ہو، لیکن لوگوں میں سے جس کے عیوب کا چرچا نہ ہو (لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی خامیوں کا چرچا نہیں ہوتا) اور جس کے فضائل اس کے نقائص سے زیادہ ہوں تو اس کا نقص اس کے فضل کی بنا پر زائل ہو جائے گا۔ (الکفایہ فی علم الروایہ)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لااعلم احد علی طاعة الله حتی لم یخلطها بمعصیة الله الا یحیی بن زکریا علیه السلام ، ولاعصی الله فلم یخلط بطاعة . فاذا کان الاغلب الطاعة فهو المعدل ، واذا کان الاغلب المعصیة فهو المجروح" میرے علم میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے اللہ کی اطاعت کی ہو اور پھر اس میں اللہ کی نافرمانی کی آمیزش نہ کی ہو سوائے یحیٰ بن زکریا علیہ السلام کے۔ اور کوئی ایسا بھی نہیں ہے جس نے اللہ کی نافرمانی کی ہو مگر اس کے ساتھ اطاعت بھی نہ کی ہو۔ پس جس کی اطاعت اغلب ہو تو اسے عادل قرار دیا جائے گا اور جس کی معصیت غالب ہو، اسے مجروح ٹھہرایا جائے گا۔ (الکفایہ فی علم الروایہ)

امام شوکانیؒ نے عدالت صحابہ (فصل عدالة الصحابه) پر کلام کرتے ہوئے پانچ مختلف آراء ذکر کی ہیں، لیکن خلاصہ یہ ہے کہ صحابی کی تعدیل (بحیثیت راوی) کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کی تعدیل اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جابجا مختلف پیرائے میں کی ہے اور امام المزیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جن حضرات صحابہ سے مرویات بیان ہوئی ہیں ان میں کوئی بھی منافق نہیں تھا۔
(كتاب إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول)

اسی طرح ابراہیم المروزیؒ عبداللہ بن مبارکؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ان سے راوی عدل کی صفات دریافت کی گئیں تو انہوں نے فرمایا:

"من کان فیه خمس خصال: یشهد الجماعة ولایشرب هذالشراب ولاتکون فی دینه خربة ولایکذب ولایکون فی عقله شی" جس شخص میں یہ پانچ صفات ہوں: نماز باجماعت پڑھے اور شراب نہ پیے اور اس کے دین میں خرابی نہ ہو اور جھوٹ نہ بولے اور ناقص العقل نہ ہو (تو ایسا راوی عادل شمار ہو گا)۔ (الکفایہ فی علم الروایہ)

سب سے آخر میں خطیب بغدادی اپنا محاکمہ پیش فرما رہے ہیں:

"والواجب عندنا ان لا یرد الخبر والشهادة الا بعصیان قد اتفق علی رد الخبر والشهادة به وما یغلب به ظن الحاکم والعالم ان مقترفه غیر عادل ولامامون علیه الکذب فی الشهادة والخبر ، ولو عمل العلماء والحکام علی ان لا یقبلوا خبراً ولاشهادة الا من مسلم بری من کل ذنب قل او کثر ، لم یمکن قبول شهادة احد ولاخبره ۔"

"اور ہمارے نزدیک واجب ہے کہ روایت وشہادت صرف ایسے عصیان کی بنا پر رد کی جائے جس کے بارے میں سب کا اتفاق ہو کہ اس کی بنا پر حدیث اور شہادت رد کی جانی چاہیے اور جس سے حاکم اور عالم کو ظن غالب حاصل ہو جائے کہ اس عصیان کا مرتکب غیر عادل ہے اور خطرہ ہے کہ وہ گواہی یا روایت میں جھوٹ بولے گا۔ اگر علماء وحکام ایسا کرنے لگیں کہ وہ مسلمان کی

روایت یا شہادت اس وقت تک قبول نہ کریں جب تک کہ وہ قلیل یا کثیر گناہ سے پاک نہ ہو، تو پھر کسی کی بھی شہادت اور روایت قبول کرنا ممکن نہ ہو گا۔" (الکفایہ فی علم الروایہ)

عدالت اور اس کے احکام کے بارے میں حافظ الخطیبؒ، امام مزیؒ اور امام شوکانیؒ کی جو توضیحات اوپر درج ہوئی ہیں، ان میں ہمیں عدالت رواۃ کا ایک ایسا تصور ملتا ہے کہ جو باعتبار عقل و نقل بالکل صحیح اور افراط و تفریط سے بری ہے۔ عدالت صحابہ سے مراد ان کا معصوم عن الخطاء ہونا نہیں، اور نہ ہی یہ مراد ہے کہ ان سے صغائر و کبائر گناہوں کا ارتکاب نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ صحابی رسول (بمطابق تعریفات بالا) جو بات بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرے گا وہ اس میں جھوٹ نہیں بول سکتا اور اپنے کسی فائدے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی حدیث بنا کر نہیں پیش کر سکتا۔ (تیسیر مصطلح الحدیث از محمود طحان)

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ جب صحابی سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے یا آپس میں قتل و قتال میں پڑ سکتے ہیں، تو کیا بعید ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بھی بول دیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تتبع اور تحقیق سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی ایک صحابی نے بھی جھوٹ منسوب نہیں کیا۔

''وقال الشاہ ولي اللہ الدهلوي: وبالتتبع وجدنا أن جميع الصحابة يعتقدون أن الكذب على رسول اللہ أشد الذنوب ويحترزون منه غاية الاحتراز۔''

"شاہ ولی اللہ دھلویؒ فرماتے ہیں کہ "تتبع کے بعد ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ تمام صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کو سنگین گناہ شمار کرتے تھے اور اس سے ہر ممکن حد تک احتراز کرتے تھے۔"

اہل سنت کی کتب میں ہر اس راوی سے روایت لی گئی ہے جس کے بارے میں یہ قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی حدیث منسوب نہیں کرے گا اور نہ ہی اس نے ایسے کیا ہے۔

صحابہ کرام سے گناہ کا ارتکاب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا آپس میں قتل و قتال کرنا، یا کسی سے شراب نوشی کا صدور ہونا یا کسی دیگر کبیرہ گناہ میں مبتلا ہونا کوئی بعید نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی بعض صحابہ کرام سے کبائر کا صدور ہوا ہے اور وہ اس پر توبہ تائب ہوئے تو اللہ جل شانہ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ان کی مغفرت فرمادی ہے، اس گناہ کے صدور کی وجہ سے ان پر طعن کرنا اہل سنت کے ہاں ہر گز جائز نہیں، اور نہ ہی وہ اس گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے منافق ہو گئے یا کفر میں چلے گئے۔

یہ بات خلاف عقل ہے کہ ہم صحابہ کرام کے لیے عصمت کا دعوی کریں، کیونکہ ہمارے ہاں عصمت کی صفت صرف اور صرف انبیاء کرام کے لیے ثابت ہے اس کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں، کہ اس سے گناہ کا صدور نہ ہو۔ اسی بنا پر صحابہ کرام کے درمیان آپس میں جو ناچاقیاں، لڑائیاں ہوئی ہیں ان کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ وہ بہر حال مومن صادق تھے اور بحیثیت انسان

ان کا بھی فتنہ میں مبتلا ہونا کوئی بعید نہیں، البتہ گناہوں کے صدور کے باوجود سب کو مومن ہی مانتے ہیں اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی اس وصیت پر عمل کرتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے صحابہ کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں اور ان کے حق میں استغفار کریں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جو فتنے برپا ہوئے ہیں، خصوصاً حضرت علی علیہ السلام کے خلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خروج کرنا، یا حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنھم اجمعین کا میدان میں آجانا، ان معاملات میں اہل سنت کا متفق علیہ فیصلہ یہ ہے کہ دونوں واقعات میں امام علی برحق تھے اور اکثر اہل ایمان نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ان کے مقابلے میں آئے ہوئے حضرات میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو جب احساس ہوا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے اور جنگ سے علیحدہ ہونے کی کوشش کی تو ایک فتنہ گر، مروان بن حکم نے انہیں نیزہ مار کر شہید کر دیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جب نادم ہو کر واپس ہوئے تو راستے میں وہ بھی شہید کر دیے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا جب مغلوب ہو گئیں اور حضرت علی علیہ السلام کو فتح حاصل ہوئی تو بڑی عزت کے ساتھ انہیں ان کے بھائی محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (محمد بن ابی بکر الصدیق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ربیب تھے اور امام علیؑ کے لشکر میں تھے) کے ہمراہ واپس کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا اس بات پر ہمیشہ نادم رہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگرچہ امام عالی مقام کے خلاف میدان میں آئے تھے اور اہل سنت انہیں باغی ہی سمجھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے ایمان پر کبھی شک نہیں کیا، حتی کہ ان کے ایمان پر امام علی نے بھی شک نہیں کیا بلکہ خود یہ فرماتے تھے کہ اہل شام ہمارے بھائی ہیں (السنن الکبری للبیهقي) جنہوں نے ہمارے خلاف خروج کیا ہے، اور اپنے ساتھیوں کو اس بات سے منع کرتے تھے کہ وہ اہل شام کو برا بھلا کہیں۔

خلاصہ بحث:

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ وہ تمام افراد جن کا صحابی ہونا ثابت ہے وہ قرآنی فیصلہ کے موافق وعدہ حسنی کے مستحق ہیں، اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام مغفور لھم ہیں اور ان سے جو گناہ یا لغزشیں صادر ہوئیں ہیں ان کی بنا پر ہم انہیں کافر، منافق یا فاسق نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی ان پر طعن وطنز کی کوئی گنجائش ہے کیونکہ اللہ تعالی نے ان کی لغزشوں سے درگزر فرما کر ان سے رضا کا اعلان کر رکھا ہے، البتہ جو واقعات ہوئے ہیں ان کا انکار بھی نہیں کرتے، بلکہ حق دار کو حق پر سمجھتے ہیں اور جو صحابی جس مقام پر فائز ہے اسی وہی درجہ دیتے ہیں۔ نہ انہیں معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں اور نہ ہی کسی کو انبیاء کرام علیہم السلام کے درجے پر فائز کرتے ہیں۔

(واللہ اعلم بالصواب)

Commented [RUD1]: المناوی کا حوالہ بھی لکھا جاتا ہے۔